حیرت ہے
موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۴۲
مرتبہ
نوید ظفر کیانی

فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "منفرد ردیف رنگ" کے تحت
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۴۲ بتاریخ ۶ دسمبر ۲۰۲۰ء پر مشتمل برقی کتاب

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۴۲

گروپ منتظمین:
ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر
قدسیہ ظہور

مرتبہ:
نوید ظفر کیانی

mudeer.ai.new@gmail.com
https://archive.org/details/@nzkiani
https://www.facebook.com/groups/1736109056634616/

فہرست

موجِ غزل

اُٹھا رہا ہے زمانہ سوال ، حیرت ہے
نہیں رہا ہے کوئی ہم خیال، حیرت ہے

چشم انسانی وا ہوئی تو ایک جہانِ حیرت اس کا منتظر تھا۔ تخلیق کائنات پہ غور و فکر سے شعور کی پرتیں کھلنے لگیں۔ خمیر اپنی اٹھان سے پرشباب ہونے لگا۔ لمحہ لمحہ سراب سے نکل کر سحاب ہونے لگا۔ سحاب کھل کے برسا تو منظر منظر گلاب ہونے لگا۔ آئینے میں خد و خال واضح ہونے لگے۔ عکسِ جمال ہم خیال ہونے لگا۔ لامتناہی قوتوں سے لبریز بصیرت رکھنے والا انسان سراپا سوال ہونے لگا۔ سوال در سوال حیرت انگیز دنیا شعور کو لاجواب کرنے لگی۔ صدیاں بیتیں زمانے گزرے حیرت کا سلسلہ جاری ہے۔ سوال ہو رہا ہے جواب مل رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہی سوال حیرت ہے اور اس کائنات کی حقیقت ہے۔ پہلی نظر سے آخری نظر تک جہان حیرت ہے۔

اردو زبان و ادب کے فروغ میں رواں دواں موج غزل کے زیر اہتمام مسلسل ۲۴۲ ویں آن لائن عالمی مشاعرہ میں منفرد ردیف رنگ ''حیرت ہے'' اور نظم رنگ بہ عنوان ''حیرت'' پیش کیا گیا۔ تمام اہل موج غزل کو خوب صورت مشاعرہ مبارک ہو۔ برقی کتاب ''حیرت ہے'' پیش خدمت ہے۔ تمام انتظامیہ اور ممبران کے تعاون پر شکر گزار ہوں۔ اللہ سب کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔

ناظم علی خان سراج
منتظم موج غزل ادبی فورم

اشتیاق ساحل

نہیں وہ سنتا غریبوں کی آہ حیرت ہے
بنا ہوا ہے کیا عالم پناہ حیرت ہے

ہمیں خبر ہے کہ اس کی سزا مکرّر ہے
کئے ہی جاتے ہیں پھر بھی گناہ حیرت ہے

سمجھ میں آیا نہیں جس کو ایک بھی مصرع
وہ کرتا بزم میں ہے واہ واہ حیرت ہے

جو اندھا چل نہیں سکتا ہے بن سہارے کے
دکھا رہا ہے سبھی کو وہ راہ حیرت ہے

کبھی تھا آئینہ جس کے لئے مری آنکھیں
اسی نے پھیر لی مجھ سے نگاہ حیرت ہے

شناوری کے ہنر سے نہیں ہے واقف جو
وہ ناپتا ہے مرے دل کی تھاہ حیرت ہے

جو مشعل راہ تھا دنیا کے واسطے ساحل
اسی کی ہو گئی دنیا تباہ حیرت ہے

جہانگیر احمد ایاز

انساں سے ڈرتا ہے انساں، حیرت ہے
چند دنوں کا ہے جو مہماں حیرت ہے

شرف ازل سے اس کو بخشا خالق نے
لیکن یہ نادان کا ناداں حیرت ہے

عشق کا ایک سمندر وہ بھی گہرا سا
اس میں کیا گیا ہیرے جاناں حیرت ہے

آگ پر چلنے والوں کا ہی نام ہوا
عشق کو سمجھا ہے کیا آساں حیرت ہے

مغرب کا دلدادہ کیسے بنتا ہے
تیرے آگے نہیں کیا فرقاں حیرت ہے

مانگی عمر مگر وہ بھی بس چار ہی دن
اور اس پر یہ اِتنا ساماں حیرت ہے

جیاؔ قریشی

اپنا حال نہ میں خود سمجھی ، حیرت ہے
اپنے آپ کو میں کھو بیٹھی ، حیرت ہے

جس کو میٹھی چائے روز پلاتی ہوں
اس کے لہجے میں بھی تلخی ، حیرت ہے

پھولوں نے تو کھلنا تھا ، مرجھانا تھا
مرنے لگی کیوں اڑتی تتلی ، حیرت ہے

جاگ اٹھی ہے فوراً کیسی آہٹ پر
خواب میں کھوئی کھوئی لڑکی ، حیرت ہے

وہ جو جینے کا احساس دلاتی تھی
پنکھے سے وہ کیوں کر لٹکی ، حیرت ہے

جس پر صبح و شام کسی کو چپتی تھی
ٹوٹ گیا تسبیح کا موتی ، حیرت ہے

ورنہ اس نے دل کی دھڑکن چھیڑی تھی
یہ تہمت میرے سر آئی ، حیرت ہے

ساکن پتھر بھی تو حقیقت رکھتے ہیں
چلتی کا بس نام ہے گاڑی ، حیرت ہے

دامن میں کتنے ہی غم سمائے ہیں
کوئی خوشی بھی نہیں ہے باقی ، حیرت ہے

آخر درد ہجر نے دل آزاد کیا
چھوڑ گیا ہے جیون ساتھی ، حیرت ہے

جنکی خاطر کرسی والے سولی پر چڑھ جاتے ہیں
ان کو بس محبوب ہے کرسی ، حیرت ہے

کیسی آندھی نے دروازے بند کیے
کھل نہ سکی کیوں ایک بھی کھڑکی ، حیرت ہے

جس کو عین کنارے چھوڑ جیاؔ آئی تھی
ڈوبتی جاتی ہے وہ کشتی ، حیرت ہے

خاورؔ چشتی

کرتے چپ چاپ ستم حیرت ہے
اور پھر کھاتے قسم حیرت ہے

کام کرتے سبھی دوزخ والے
رکھتے امید ارم حیرت ہے

سنگ میرے ہے تیری سالگرہ
ایک دن دونوں جنم حیرت ہے

منہ چھپائے ہوئے وہ بیٹھا ہے
اور ہے آنکھ بھی نم حیرت ہے

کرتا ہے دعوے سدا چاہت کے
کہتا ہے مجھ کو صنم حیرت ہے

روز ہوتی ہیں شکایات اسے
اور پھر اس پہ بھی غم حیرت ہے

خاورؔ میرے لئے لکھ لاو غزل
کیوں اٹھاو نہ قلم حیرت ہے

خاور چشتی

کر گئے واردات حیرت ہے
ہو گئی کیسی بات حیرت ہے

دیکھ پائے نہ جو ستم ہم تم
دیکھے وہ کائنات حیرت ہے

تھا اندھیرا گھنیرا سوجھے نہ
ایسے میں تھاما ہات حیرت ہے

جو کسی کی نہیں تھے سنتے وہ
آج ہیں تنہا ذات حیرت ہے

جو تھے حامی برادری کے بڑے
ہیں مخالف ذات پات حیرت ہے

زندگی تھی حسیں برسوں سے
مشکل ہے اب حیات حیرت ہے

وہ جو نکلے سفر کو تھے خاور
لوٹ آئے وہ رات حیرت ہے

دلشاد نسیم

آپ کو مجھ سے شکایت ہے، بڑی حیرت ہے
پھر بھی یہ نظرِ عنایت ہے، بڑی حیرت ہے

آپ آنکھوں کے اشارے سے بلالیں مجھ کو
جو کہے اس کو مسافت ہے، بڑی حیرت ہے

پنج وقتہ کے بلاوے پہ بھی جانا نہ ہوا
کیا یہی تیری اطاعت ہے؟ بڑی حیرت ہے

مجھ کو وعدوں پہ رکھا اور خبر لے نہ سکے
واہ کیا خوب سیاست ہے، بڑی حیرت ہے

پاس بیٹھے ہیں مگر گم ہے کسی سوچ میں وہ
اس کو کہتے ہیں فراغت ہے، بڑی حیرت ہے

حال پوچھا ہے مرا پھیر کے رخ اپنا صنم
بے دلی سے جو عیادت ہے، بڑی حیرت ہے

ڈاکٹر انجم افغانی منگلوری

قطعات

عداوتوں کا لئے تھا غبار حیرت ہے
ہے آج میرے لیے بیقرار حیرت ہے
میں جس سے نظریں بچا کر گیا تھا محفل سے
وہ دیکھتا ہے مجھے بار بار حیرت ہے

ذہینہ صدیقی

جہاں میں وہ ہے بہت لاجواب حیرت ہے
نہیں ہے اُس کا کوئی بھی جواب حیرت ہے

کتابی چہرہ ہے اُس کا بجا ہے یہ لیکن
نہاں ہے اس میں وفا کا نصاب حیرت ہے

تمام شہر کی نظروں میں بے وفا ہے جو
کیوں تُم نے اُس کا کیا انتخاب حیرت ہے

جسے سمجھتے تھے ہم دین کا محافظ اب
اسے فلک سے ملا ہے نیا عتاب حیرت ہے

وہ جس نے پیار کا سودا کیا زمانے سے
وہ دے نہ پایا وفا کا حساب حیرت ہے

اسے تھا جلوہ نمائی کا شوق محفل میں
اُٹھا سکا نہ وہ رُخ سے نقاب حیرت ہے

جو کر نہ پایا کوئی کام اس زمانے میں
ذہینہ وہ تو مقدر کا ہے نواب حیرت ہے

راحیلہ بیگ چغتائی

ارے وہ اور وفا، حیرت ہے
اور یہ دل بھی فدا، حیرت ہے

ایک دل، وہ بھی کسی اور کا ہے
ہاتھ میں ہاتھ رہا، حیرت ہے

شام سے پہلے ہی لوٹ آیا تھا
ہاتھ میں پھول بھی تھا، حیرت ہے

کیسا دلبر سا وہ صیاد بھی تھا
سب گرفتارِ بلا، حیرت ہے

رات اور وہ بھی گھنی پونم کی
قربتوں کا وہ دیا، حیرت ہے

اَدھ کہے لفظ بہ نطقِ دھڑکن
اور سب ادھ سنا سا، حیرت ہے

چوڑیاں، جھمکے، گلوبند، کڑا
جیسے لشکر سا کھڑا، حیرت ہے

رزاق تحسین

تمہیں مجھ سے محبت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے
زباں خاموش فطرت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

دھڑکتا ہے دھڑکتا ہے دھڑکنا دل کا شیوہ ہے
محبت ہے محبت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

مجھے دنیا، تمہاری یہ ہنسی کچھ خاص کیوں بھائے
مجھے لگتا عداوت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

جہاں انسان بستا ہے دکھوں کے جال ہوتے ہیں
نکلنا کس کی جرات ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

مجھے ہونے کا اپنا غم ، تجھے ہونے کا اپنا غم
مرے کوئی ، صداقت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

جنا ہے غم یہی میں نے یہی احساس زندہ ہے
نچھاور ہوں جو غربت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

مری نظموں کے دامن میں غموں نے پیار سیکھا ہے
ملا ہے جو وہ قسمت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

تمہاری نرم پیشانی دکھائے درس الفت کا
تقدس ہے تو جنت ہے حقیقت ہے کیا حیرت ہے

رزاق تحسین

مری خاطر تڑپتا ہے وہ مطلب ہے تو حیرت ہے
اسی راہوں میں بیٹھا ہے وہ مطلب ہے تو حیرت ہے

سدا دل میں بندھا رکھا حقیقت جان کر اس کو
مگر اب خواب لگتا ہے وہ مطلب ہے تو حیرت ہے

ہمیں چاہت نے سمجھایا جسے تم پیار کرتے ہو
مرے دل کا وہ حصہ ہے وہ مطلب ہے تو حیرت ہے

وفا کے نام سے کتنے چھپے کردار دیکھے ہیں
ہمارا جو بھی قصہ ہے وہ مطلب ہے تو حیرت ہے

نہیں احساس کیوں اس میں جتن کر کے جو پھرتا ہے
محبت سے یہ لگتا ہے وہ مطلب تو حیرت ہے

سفینہ خواہشوں کا ہے مگر گرداب کس کا ہے
ڈبو کر بھی بچاتا ہے وہ مطلب ہے تو حیرت ہے

محبت کی حسیں یادیں جڑی ہیں ساتھ جو تیرے
مرا تحسین جو لمحہ ہے وہ مطلب ہے تو حیرت ہے

روبینہ شاہین بینا

ہم نے مانگا تھا ہاتھ حیرت ہے
اس نے جڑ دی ہے لات حیرت ہے

آپ کی اور برات حیرت ہے
ہاتھ ہے کس کے ساتھ حیرت ہے

جن کو سر آنکھوں پر بٹھایا تھا
وہ دکھائیں اوقات حیرت ہے

گھر لیا تھا قریب تھانے کے
ہو گئی واردات حیرت ہے

آپ کی توند کو ہے ناکافی
ایک پوری پرات حیرت ہے

وہ بظاہر ہیں قوم کے لیڈر
ڈاکوانہ ہے گھات حیرت ہے

یوں تو بیوی سے پیار ہے ہی نہیں
اور بچے ہیں سات حیرت ہے

سوچئے ایسی بات کیا ہے بھلا؟
بولے سن کے وہ بات، حیرت ہے

ارتقاء نے ہڑپ لیا، ہائے
سب کا تختی دوات حیرت ہے

عشق کے دام میں پھنسے ہم بھی
ہو گئی ہم کو مات حیرت ہے

سالک ادیبؔ بونتی

خیر کا شر امام حیرت ہے
علم والے غلام حیرت ہے

مسلکی اختلاف اپنی جگہ
اس پہ ترکِ سلام حیرت ہے

دل میں کینہ کپٹ چھپائے ہوئے
لب پہ شیریں کلام حیرت ہے

ہرطرف نور ونار کا فتویٰ
کفر کا کھیل عام حیرت ہے

اب مریضِ ہوس سنائیں گے
صبحِ نَو کا پیام حیرت ہے

بھگت سالک ادیبؔ راون کے
داعیِ فکرِ رام حیرت ہے

سالک ادیبؔ بونتی

حیرت ہے

کرو ہو دین کی باتیں
مگر ہو جھوٹ کے پیرو
مخالف سچ کے رہتے ہو
کتابیں لاکھ پڑھ کر بھی
ملی نہ چشمِ بینا کیوں!
خدا کو بیچ دیتے ہو
صنم کے آستانے پر
یہ کیسا دور ہے صاحب
مؤرخ اس زمانے کا
لکھے تو کیا لکھے آخر
یہاں درپیش اب ہرسو
فقط حیرت ہی حیرت ہے

سیّدہ منوّر جہاں منوّرؔ

کیا خیال نے کیسا کمال حیرت ہے
ہوا فراق میں حاصل وصال حیرت ہے

نظر ملی نہ کبھی فرطِ شرم سے لیکن
نظر نظر کا ہوا اتّصال حیرت ہے

کیے تھے ختم تعلق تمام ہی جس نے
اُسی سے ہو گیا رشتہ بحال حیرت ہے

جواب چاہیے اُس کو ترے سراپے کا
کیا ہے دل نے یہ کیسا سوال حیرت ہے

جھلک رہی ہے ہر اک شئے سے قدرتِ خالق
نمونہ پیش کیا بے مثال حیرت ہے

کبھی تھے زیرِ اثر جس کے قیصر و کسریٰ
اک ایسی قوم کا ایسا زوال حیرت ہے

نہیں ہے ثانی سخن میں کوئی منوّرؔ کا
غزل سنائی بصد اِرتجال حیرت ہے

شاہین فصیحؔ ربّانی

آئنہ پاسدارِ حیرت ہے
بس یہی اعتبارِ حیرت ہے

میں سفر سے پلٹ کے آیا ہوں
گھر کے رخ پر غبارِ حیرت ہے

عکس تعبیریاب کیسے ہو
آئنہ خواب زارِ حیرت ہے

مہرباں ہے نظر محبت کی
دل فقیرِ دیارِ حیرت ہے

بارشِ سنگ میں رہا محفوظ
اور دنیا شکارِ حیرت ہے

حسن کو بے حجاب دیکھا ہے
آئنہ زیرِ بارِ حیرت ہے

کہکشائیں ہیں آس پاس فصیحؔ
یا زمیں کا غبارِ حیرت ہے

شہناز رضوی

کیسے کہہ دوں ہے عارضی حیرت
ساتھ میرے سدا چلی حیرت

اُس کے لہجے کی سرد مہری پر
مجھ کو ہے آج واقعی حیرت

حیرتوں میں رہوں میں گم کب تک
اب یہ حیرت ہو آخری حیرت

حادثہ کیا ہوا ، بتاؤ ناں ؟
مار ڈالے گی خامشی ، حیرت

دیکھ کر اعتماد اب میرا
اُس کو بھی ہو گی لازمی حیرت

لوٹ کر اُس کا اِس طرح آنا
ہو رہی ہے عجیب سی حیرت

ایسا لگتا ہے اب مجھے شہناز
ختم ہو گی نہیں کبھی حیرت

صوفیہ حامد

نہ دعا ، نہ سلام ، حیرت ہے
نہ ہی کوئی کلام ، حیرت ہے

بیٹھے بیٹھے، یونہی اچانک سے
اس نے بھیجا پیام ، حیرت ہے

جیسے چمکے ہے آسماں پہ چاند
آگیا سوئے بام ، حیرت ہے

دل نے جب اذن باریابی دی
آیا وہ خوش خرام ، حیرت ہے

اُس نے اپنی شکاری آنکھوں سے
دل کیا زیرِ دام ، حیرت ہے

اپنی دیوانگی سے مجنوں کا
کیا قصہ تمام ، حیرت ہے

اب دل کے نہال خانوں میں
ہے اسی کا قیام ، حیرت ہے

تیری چاہت کا صوفیہ اس کو
ہوا کیسے الہام ، حیرت ہے

ضیاء شہزاد

جنہیں سمجھتا تھا اپنا، ہیں غیر حیرت ہے
انہیں کیوں ہو گیا ہے مجھ سے بیر حیرت ہے

یقیں دلاتے تھے تم بن بہت اُدھورا ہوں
وہ آج زندہ ہیں میرے بغیر حیرت ہے

بہانہ ڈھونڈتے تھے مجھ سے ملنے کا جو کبھی
وہ آج ملنے میں کرتے ہیں دیر حیرت ہے

شبِ فراق کے زنداں میں قید ہوں اب تک
مگر سمجھتے ہیں وہ سب ہی خیر حیرت ہے

جو رات ہجر کی آئی تو سر پہ آ ٹھہری
کہاں ہوئی ہے ابھی تک سویر حیرت ہے

کبھی جو پتہ کھڑکتا تھا سہم جاتے تھے
وہ آج ہو گئے کتنے دلیر حیرت ہے

مرا نصیب کہ حالات بن گئے زنجیر
ہزار چاہا نہ بن پایا شیر حیرت ہے

جو وقت بدلا تو بدلے گئے بہت سے لوگ
وہ کھا رہے ہیں مرغن بٹیر حیرت ہے

مقابلہ نہ زمانے کا کر سکا شہزاد
ہوا ہے اپنے ہی ہاتھوں سے زیر حیرت ہے

عبد الغنی ماہر

ہمیں پہ وار رقیبوں سے پیار، حیرت ہے
لگے ہیں پھول سے عاشق بھی خار حیرت ہے

نظر وہ کیسی ہے کیسا وہ وار حیرت ہے
کہ ایک وار میں بسمل شکار حیرت ہے

یہ دل پہ جب سے حکومت جو کر رہے ہیں صنم
رہا نہ دل پہ کوئی اختیار حیرت ہے

تری نظر کا اثر ہے کہ جادو ہے ساقی
جھلک میں ایک ہی آئے خمار حیرت ہے

صنم کو ڈھونڈنے صحرا میں نکلا تھا لیکن
مرے ہی گھر پہ ملی وہ بہار حیرت ہے

جو دیکھا دوست نے اشکوں کو ہجر میں یہ کہا
یہ کوئی نہر ہے یا آبشار حیرت ہے

مرے مکاں پہ دکاں جو چلاتے ہیں ماہر
وہ کہہ رہے ہیں نہ دیں گے ادھار حیرت ہے

فرح ناز فرح

زیست پہ اعتبار؟ حیرت ہے
تم مرے غمگسار؟ حیرت ہے

ہاتھ اپنا چھڑا کے چل دئے ہیں
پھر بھی یہ انتظار؟ حیرت ہے

نور کی محفلوں کو چھوڑ کے کیوں؟
اک دیئے کی نگار؟ حیرت ہے

تتلیاں بھونرے کچھ نہیں گویا
اِتنی اجڑی بہار؟ حیرت ہے

چھو گیا اِک ہوا کا جھونکا سا
اِس قدر اختیار؟ حیرت ہے

دے دیا ایک دل بنا کے مجھے
پیار میں اختصار؟ حیرت ہے

الوداع کہنے کو جو ڈالی نظر
آنکھ تھی اشکبار ؟ حیرت ہے

محمد رضا نقشبندی

در پہ گرچہ جبیں ہے حیرت ہے
تجھ کو حیرت نہیں ہے حیرت ہے

کل جسے تخت شاہی پر دیکھا
آج اوڑھے زمیں ہے حیرت ہے

میرے جیسے ہزار ملتے ہیں
کوئی تجھ سا نہیں ہے حیرت ہے

اس کو بھی حیرتوں میں گم دیکھا
پاس جس کے یقیں ہے حیرت ہے

کوئی بازار میں نکل آیا
کوئی گوشہ نشیں ہے حیرت ہے

محمد طاہر رضوی

ان کا ہم سے نہ ملنا حیرت ہے
دور سے مل کے چلنا حیرت ہے

جب کہ ملنا محال ہے لیکن
ان کے دل میں مچلنا حیرت ہے

گر کے اٹھنا کمال تو نہیں نا
جب کہ گر کے سنبھلنا حیرت ہے

ہوتی حیرت ہے کس کو موسم کی
یار کی نظر بدلنا حیرت ہے

اشک کا غم نہیں ہمیں کو مگر
یار کا دل بہلنا حیرت ہے

دھوپ میں پگھلے موم کیا حیرت
چاندنی میں پگھلنا حیرت ہے

لاکھ اشکوں میں ہم ڈھلے طاؔہر
یار کا غم میں ڈھلنا حیرت ہے

محمد فہیؔم

پیچ در پیچ سوالات پہ حیرت ہے مجھے
صاحبا! تیری شکایات پہ حیرت ہے مجھے

میرے اپنوں کے ستم مجھ پہ بجا ہیں لیکن
غیر کے لطف و عنایات پہ حیرت ہے مجھے

یوں تو آنسو نہ بہانے کی قسم کھائی تھی
ضبط کی آنکھوں سے برسات پہ حیرت ہے مجھے

اٹھ گئے سارے حجابات ملاقات میں شب
تیری بے باک ملاقات پہ حیرت ہے مجھے

ہائے یہ بات کسی صدمے سے کم بھی تو نہیں
اس کا یہ کہنا کہ صدمات پہ حیرت ہے مجھے

کاسۂ چشم کیا آنکھوں سے لبریز مرا
میرے ساقی تری خیرات پہ حیرت ہے مجھے

میرے اطراف میں پھیلے ترے افکار کے پھول
ان مہکتے ہوئے جذبات پہ حیرت ہے مجھے

جب بھی چاہے مجھے طوفاں کے حوالے کر دے
زندگی تیرے کمالات پہ حیرت ہے مجھے

یہ محبت بھی زمانے میں ہے پابند رسوم
ایسی فرسودہ رسومات پہ حیرت ہے مجھے

وہ بھی میری ہی طرح چاک گریباں ہے فہیؔم
ایک سی صورت حالات پہ حیرت ہے مجھے

مظہر حسین مظہر

دل پہ اُتری ہے شام حیرت ہے
یعنی اِس کا مقام حیرت ہے
عشق کا پہلا نام رسوائی
عشق کا دوجا نام حیرت ہے

نادیہ سحر

خزاں میں جیسے کھلا ہو گلاب حیرت ہے
تمھارا ساتھ ؟ بے حد و حساب حیرت ہے

وہ سوگوار ہوا ہے تباہ کر کے مجھے
سنا ہے دکھ بھی اسے ہے جناب حیرت ہے

مری یہ آنکھ سرِ سطحِ آب تک ہی رہی
حباب نکلا مرا انتخاب حیرت ہے

پہنچ کے منزلِ مقصود پر یہ راز کھلا
نہیں تھا چاند سوائے سراب حیرت ہے

یقین کیسے کروں، کیسے ہوگیا ممکن
تمھارا ساتھ ہوا دستیاب حیرت ہے

نقاب پوش ہوا ہے تمام شہر مرا
کہ ماہتاب ہیں زیرِ نقاب حیرت ہے

بجھی بجھی سی سحرؔ جب اسے نظر آئے
دھواں دھواں سا ہوا آفتاب حیرت ہے

اُڑانوں میں کوئی رکھتا ہو اِتنے حوصلے تھوڑے تو حیرت ہے
اگر جا کر مکان و لامکاں سے سر نہیں پھوڑے تو حیرت ہے

بڑے ہی پیار سے گھولا ہے میں نے اپنی قسمت کی لکیروں میں
بنیں نہ آسمانوں میں ہمارے آپ کے جوڑے تو حیرت ہے

نوازا ہے تمھیں نے زندگی کے آئینے کو عکسِ حیرت سے
لہو بن کر رگ و پے میں تمھارا عشق نہ دوڑے تو حیرت ہے

نکل آیا ہوں اپنے وقت کی بھینچی ہوئی مٹھی سے میں آخر
وہ اپنے راستوں پر چلتے چلتے رُخ بھی نہ موڑے تو حیرت ہے

یہاں تک آیا ہوں میں خاک دخوں کے کتنے ہی میدانوں سے ہو کر
اور اب چل نہ سکیں دریائے آتش میں مرے گھوڑے تو حیرت ہے

یہ دورِ نفسانفسی ہے سو ایسے میں ہمارا دم غنیمت ہے
کسی کے غم کو بھی سمجھیں ہتھیلی کے اگر پھوڑے تو حیرت ہے

چلا آیا بلا چون و چراں جس کے لئے باغِ دھنک سے میں
وہ میرا ہم سفر کہلا کے میرا ساتھ بھی چھوڑے تو حیرت ہے

زمانے میں تو تیرے ظرف کے دریاؤں کو سمجھا نہیں اب تک
وہیں پر تنگ پڑ جائیں، جہاں پر ہوں ذرا چوڑے تو حیرت ہے

ہم اپنی حسرتوں کی گرد کو کن موسموں کے سر پہ لا ڈالیں
گزرتے پھر رہے ہوں ابر کے ٹکڑے بھی پیاس اوڑھے تو حیرت ہے

میں اپنے دشمنوں کے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی سمجھتا ہوں
مری راہوں میں اٹکاتے پھریں نہ یہ اگر روڑے تو حیرت ہے

ظفرؔ میں رات کے جنگل میں نکلا تھا وفا کی روشنی لے کر
اور اس پر بھی تسلسل سے پڑیں اوہام کے کوڑے تو حیرت ہے

غزل

نوید ظفرؔ کیانی

نوید ظفرؔ کیانی

جھوٹ ہی بولیں صنم، حیرت ہے
میری کھا کھا کے قسم، حیرت ہے

اونچی ایڑی کے ہیں گھوڑے پہ سوار
کیسے اُٹھتے ہیں قدم، حیرت ہے

اُس کی باتیں نری بمباری ہیں
خود بھی وہ چیز ہے بم، حیرت ہے

چیمپئن امن کے کہلاتے ہیں
جن سے ہے ہر سو اُودھم، حیرت ہے

جج آتے ہیں وفا کے تجھ کو
سخت حیرت ہے بلم، حیرت ہے

چھیچھڑے کرتے ہیں توبہ توبہ
آپ ہیں اور چلم، حیرت ہے

ہیرو شیما کی تباہی کا دن
آپ کا یومِ جنم؟ حیرت ہے!

جن کو لکھنا نہیں آتا مطلق
اُن کے کانوں پہ قلم، حیرت ہے

گھر جہنم سا بنا رکھا ہے
اور ہے نام "اِرم"، حیرت ہے

حیرتی ہوں میں ترے جلووں کا
جتنی دکھلاؤں سو کم حیرت ہے

دستِ مقروض میں وہ دیکھیں رقم
اور چہرے پہ رقم حیرت ہے

جن کا چہرہ ہے یتیموں جیسا
کیوں دکھاتے ہیں بھرم، حیرت ہے

سب ہیں اقلیمِ شکم کے شہری
نہ عرب ہیں نہ عجم، حیرت ہے

کام کرتے نہیں اور رکھتے ہیں
حرصِ دینار و درم، حیرت ہے

جھڑکیاں کھا کے ہوا شیر ظفرؔ
جو لکھتا ہے خصم، حیرت ہے

ہاشم علی خان ہمدم

اٹھا رہا ہے زمانہ سوال ، حیرت ہے
نہیں رہا ہے کوئی ہم خیال ، حیرت ہے

مری طرح ہے کسی خاک داں سے لپٹا ہوا
یہ آئنہ بھی ہے میری مثال ، حیرت ہے

جنونِ عشق تو صحرا کا سلسلہ ہے مگر
کنارِ آب اٹھا ہے ابال ، حیرت ہے

سنا تھا ، دوریِ منزل سے شوق بڑھتا ہے
یہ کیا ؟ کہ ہجر ہوا ہے وبال ، حیرت ہے

عجیب مست ہوئے ہیں فقیر میلے میں
پڑی نہیں ہے ابھی تک دھمال ، حیرت ہے

تو کیا ؟ اسی کو محبت کا رنگ کہتے ہیں
سفید گال پہ مہکا گلال ، حیرت ہے

نشاطِ غم سے گزر کر بھی مسکرا نہ سکیں
خوشی کا رنگ رہے پر ملال ، حیرت ہے

الٹ گئی ہیں لکیریں ہمارے ہاتھوں سے
ملا عروج سے پہلے زوال ، حیرت ہے

بہت دنوں سے ترستا تھا کس خوشی کے لیے
میں دردِ دل سے ہوا ہوں نہال ، حیرت ہے

بہت سکون سے لے جا رہی تھی موج مجھے
بھنور میں اور ہوئی ہے اچھال ، حیرت ہے

یہ لوگ ساز و ریاضت سے آشنا ہی نہیں
الاپ میں نہ کوئی سر نہ تال ، حیرت ہے

شکستہ رنگ ، محبت کے خواب کھو کر بھی
سجا رہی ہے وہ مہندی کا تھال ، حیرت ہے

یہی فریب رہا کہ مرا عدو کوئی نئیں
مرے خلاف چلا کوئی چال ، حیرت ہے

وہ جس نے تیر چلایا تھا میرے سینے پر
وہ چور چور بدن ہے نڈھال ، حیرت ہے

یہ سبز رنگ بہاروں کا نقش ہے لیکن
لبھا رہا ہے خزاں کو جمال ، حیرت ہے

بغیر جس کے مجھے ایک پل ، قیامت تھا
گزر چکے ہیں کئی ماہ و سال ، حیرت ہے

جفا سرشت بدل جائے ، ہو نہیں سکتا
وہ بن رہا ہے محبت کا جال ، حیرت ہے

گھٹائیں چھٹنے لگیں ، جو برسنے والی تھیں
بدل گیا ہے کوئی خوش جمال ، حیرت ہے

وہ جس کو ہجر بہت راس آ چکا تھا مگر
ملا ہے آج وہی کم وصال ، حیرت ہے

یہ دو گھڑی کی مسافت دوام ہے ہمدم
پہنچ گیا ہوں کہاں میں ؟ کمال حیرت ہے

ہر ماہ نئے رنگ
پہلا ہفتہ: طرحی مشاعرہ رنگ
دوسرا ہفتہ: منفرد ردیف رنگ
تیسرا ہفتہ: منفرد قوافی رنگ
چوتھا ہفتہ: اصنافِ سخن رنگ
ان شاءاللہ